طالبان کے ترجمان امور خارجہ مولانا حاجی محمد غوث اخوند سے عرفان صدیقی کی بات چیت

مولانا حاجی محمد غوث اخوند ایک سے زیادہ جہادی تنظیموں کے ساتھ منسلک رہے۔ تحریک اسلامی طالبان کے اعلیٰ ترین پالیسی ساز ادارے' شورائے عالی کے رکن ہیں۔ انہیں امیر المومنین ملا محمد عمر نے رئیس امور خارجہ مقرر کیا ہے۔ حاجی محمد غوث ڈپلومیسی کی زبان نہیں جانتے۔ صاف' سیدھی' بچی اور کھری بات کرتے ہیں۔ ان سے گفتگو طالبان کی تحریک اور فکر کے کئی گوشوں پر روشنی ڈالتی ہے۔ یہ بہرحال طالبان کا نقطۂ نظر ہے۔

س: محترم رئیس خارجہ ! طالبان کی تحریک اچانک اٹھی اور دیکھتے دیکھتے دو تہائی افغانستان میں چھا گئی۔ آخر آپ لوگوں کو منظم کس نے کیا؟

ج: طالبان کوئی اجنبی لوگ نہیں ہیں ، انہوں نے ہی تو افغان جہاد لڑا ہے اور اپنی بے مثال قربانیوں کے ذریعے روسیوں کو شکست دی ہے۔ ہم سب اسی سرزمین کے بیٹے ہیں مجاہد ہیں اور مجاہدوں کی اولاد ہیں۔ ہم میں سے ہر ایک کسی نہ کسی جہادی تنظیم میں شامل رہا ہے۔ میں خود حرکت انقلاب اسلامی میں شامل تھا جس کے قائد مولوی نبی محمد محمدی تھے۔ کچھ عرصہ میں حزب اسلامی کے اس دھڑے میں شامل رہا جس کے رہنما مولوی محمد یونس خالص ہیں ان جہادی تنظیموں کے ذریعے ہم نے بہت کچھ سیکھا۔ جہاد کے بعد نوجوانوں میں یہ احساس پیدا ہونے لگا کہ ہمارے لیڈروں نے عوام کی قربانیوں کو ضائع کر دیا ہے۔ آٹھ نو سال تک دکھ اور مصیبتیں برداشت کرنے والے لوگوں کے لئے مصیبتوں کا ایک نیا دور شروع ہو گیا۔ فساد اور بدامنی بڑھتی گئی تو ہم لوگ ایک دوسرے سے ملنے اور اپنا راستہ الگ کرنے کی سوچنے لگے۔ اس مرحلے پر ملا محمد عمر اخوند نے پیش رفت کی۔ مختلف تنظیموں کے نوجوانوں سے ملے۔ انہیں یکجا اور منظم کیا اور ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کیا۔

س: آپ نے بڑی مہارت سے جنگی معرکے لڑے۔ اس کی " تربیت " کا اہتمام کس نے کیا؟

ج: ہم لوگ تو چودہ سال روسیوں کے خلاف لڑتے رہے ہیں۔ ہمیں کسی تربیت کی کیا ضرورت تھی !

س: آپ کے پاس اس قدر اسلحہ کہاں سے آیا؟

ج: اسلحہ بھی ہمارے پاس پہلے سے موجود ہے۔ ہم میں سے کئی ایک کمانڈر تھے اور ان کی تحویل میں ہر قسم کا اسلحہ تھا۔ اب میری مثال لے لیں ایک ہزار کلاشنکوفیں میرے کنٹرول میں تھیں۔ میری تنظیم کے پاس ستائیس طیارے' آٹھ ٹینک' کئی اینٹی ایئر کرافٹ گنیں ' راکٹ اور اسٹنگر میزائل تھے۔ ہمیں اسلحہ کے لئے کسی کی طرف دیکھنے کی ضرورت نہ پہلے تھی نہ آج ہے۔

س: کیا باہر کے کسی ملک کے نمائندے نے یہاں کا دورہ کیا ہے؟

ج: طالبان کی حکومت قائم ہونے کے بعد کئی ملکوں کے نمائندے یہاں آتے رہے ہیں۔ ان میں پاکستان' ایران' ترکی' سعودی عرب' ترکمانستان' امریکہ' جرمنی' متحدہ عرب امارات' روس' موتمر عالم اسلامی' اقوام متحدہ اور اسلامی کانفرنس کے نمائندے شامل ہیں۔

س: یہ لوگ کن کن صوبوں میں گئے؟

ج: زیادہ تر تو صرف قندھار تک رہے۔ کچھ نے ہرات اور غزنی کا دورہ بھی کیا۔

س: یہ نمائندے کس سطح کے لوگ تھے؟

ج: یہ وزیروں یا اوپر کی سطح کے لوگ نہیں تھے۔ متوسط سرکاری عمال اور سفارتی نمائندے تھے۔

س: سب سے زیادہ دورے کن ممالک کے نمائندوں نے کئے؟

ج: پاکستان اور ایران برادر اسلامی ملک ہیں جن سے ہمارے بارڈرز ملتے ہیں۔ انہی دو ملکوں کے نمائندوں نے یہاں کے زیادہ دورے کئے۔

س: ایران کی آپ سے کیا توقعات ہیں؟

ج: ایران کو یہ خدشہ ہے کہ شاید ہم آئی ایس آئی یا کسی اور کی شہ پر اس کے لئے مشکلات پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ اس خوف کی بنیاد پر روس' ایران اور بھارت نے ہمارے خلاف ایک بلاک بنا لیا ہے ہمارا دل صاف ہے۔ ہم ایران سمیت تمام برادر اسلامی ملکوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات چاہتے ہیں ہماری طرف سے کوئی ایسی بات نہیں ہوگی جس سے ایران کو تکلیف پہنچے۔

س: اس وقت افغانستان میں کئی متوازی حکومتیں قائم ہیں۔ پاکستان کو آپ کس بلاک میں تصور کرتے ہیں؟

ج: آپ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ پاکستان کس بلاک میں ہے۔

س: کہا جاتا ہے کہ گزشتہ ماہ بھارت اور پاکستان میں متعین امریکی سفیروں نے یہاں کا دورہ کیا تھا؟

ج: یہاں کوئی امریکی سفیر نہیں آیا۔ بہت عرصہ پہلے امریکہ کا ایک سیکنڈ سیکریٹری آیا تھا۔

س: امریکہ کے ساتھ آپ کے تعلقات کیسے ہیں؟

ج: امریکہ مسلمانوں کا دوست نہیں لیکن مسلمان بلاوجہ کسی کے دشمن نہیں بنتے۔ ہم اسلامی اصولوں کے مطابق ساری دنیا سے اچھے تعلقات چاہتے ہیں بشرطیکہ کوئی ملک ہماری آزادی و خود مختاری اور ہمارے نظریے پر حملہ نہ کرے۔ ہم بین الاقوامی سطح پر امریکہ سے بھی اچھے تعلقات چاہتے ہیں۔

س: کیا آپ بھی کسی بیرونی ملک کے دورے پر گئے ہیں؟

ج: جی ہاں۔ میں نے ترکی' سعودی عرب' امریکہ اور جرمنی کے دورے کئے ہیں۔

س: ان دوروں کا مقصد کیا تھا؟

ج: ان تمام ممالک میں افغان اچھی خاصی تعداد میں ہی۔ ایک

مقصد تو ان کے پاس جانا اور انہیں ملکی حالات سے آگاہ کرنا تھا۔ دوسرا مقصد وہاں کی حکومتوں کو طالبان کے بارے میں اصل حقائق بتانا تھا تاکہ ہمارے خلاف کئے جانے والے منفی پروپیگنڈے کے اثرات زائل ہو سکیں۔

س: امریکہ آپ کس کی دعوت پر گئے تھے؟

ج: وہاں پندرہ بیس سال سے مقیم افغانوں کی دعوت پر۔

س: امریکی حکومت کے کسی ذمہ دار عہدیدار سے آپ کی ملاقات ہوئی؟

ج: بعض لیڈروں سے ملاقات ہوئی جنہیں میں نے بتایا کہ طالبان نے کس طرح کا نظام قائم کر رکھا ہے اور یہ کہ ان کے خلاف کیا جانے والا پروپیگنڈہ بے بنیاد ہے۔

س: جرمنی کے دورے کا پس منظر کیا تھا؟

ج: یہ ذرا طویل کہانی ہے۔ دراصل ایک جرمن مشیر یہاں آیا اور طالبان کے زیر کنٹرول علاقے کے حالات جاننے کی خواہش ظاہر کی۔ وہ ہمارے ایک آدمی کے ساتھ کئی دن ادھر ادھر کی آبادیوں میں گھومتا رہا۔ ایک دن وہ مجھے ملا اور کہنے لگا کہ میں نے تو جرمنی اور اسلام آباد میں طرح طرح کی باتیں سنی تھیں۔ مجھے بتایا گیا تھا کہ طالبان بغیر داڑھی والے شخص کو برداشت نہیں کرتے۔ کسی کے لمبے بال ہوں تو پکڑ کر کاٹ دیتے ہیں۔ معمولی سی غلطی ہو جائے تو مسلم اور غیر مسلم کی تمیز کئے بغیر گردن اڑا دیتے ہیں۔ کوئی عورت باہر نہیں آ سکتی۔ لیکن یہاں آکر تو مجھے اور ہی نقشہ نظر آیا ہے۔ نہ کوئی بدامنی ہے۔ نہ چوری' نہ ڈاکہ اتنے دنوں میں یہاں ایک بھی جرم نہیں ہوا جبکہ جرمنی میں جہاں جرائم کو روکنے کے لئے جدید ترین نظام اور موثر آلات ہیں پولیس بھی بہت مستعد ہے لیکن چند لمحوں میں ڈکیتی ہو جاتی ہے قتل ہو جاتے ہیں۔ یوں لگتا ہے جیسے جنگل کا قانون ہے۔ آپ وہاں چلیں اور ہمارے حکام کو بتائیں کہ امن کس طرح قائم ہوتا ہے۔ جرمنی میں ایک لاکھ سے زیادہ افغانی آباد ہیں۔ میں نے جرمن مشیر کی دعوت قبول کر لی اور اپنے تین ذمہ دار ساتھیوں کے ہمراہ جرمنی گیا۔ وہاں کے حکام نے بڑی گرمجوشی سے ہمارا استقبال کیا پہلے تو میں اپنے افغان بھائیوں سے ملا۔ اس کے بعد وزارت داخلہ' وزارت اقتصاد اور وزارت تعلیم کے حکام سے ملاقاتیں ہوئیں ۔ انہوں نے طالبان کے بارے میں کئی سوالات کئے۔ جب میں نے وضاحت کی تو ان کے شکوک رفع ہو گئے۔ ہم سے پہلے ربانی کے کچھ وفود بھی وہاں گئے تھے اور ہمارے بارے میں کچھ کیسٹیں بھی وہاں لے گئے تھے۔ جرمنی کے ٹیلی ویژن نے دونوں نقطہ نظر تفصیل سے پیش کئے۔ یہ بڑا کامیاب دورہ تھا۔

س: آپ تو کیمرے سے تصویر کے مخالف ہیں۔ ٹی وی کے لئے وڈیو فلمیں کس طرح جائز ہیں؟

ج: "شورائے راہبری" ٹیلی ویژن کے ذریعے پیغام پھیلانے کے مخالف نہیں ٹیلی ویژن کی حیثیت ایک چھری" کی سی ہے جس سے آپ آلو پیاز یا پھل بھی کاٹ سکتے ہیں اور کسی کا گلا بھی۔

س: اس وقت کون کون سے اسلامی ممالک آپ کی حمایت کر رہے ہیں؟

ج: پوری اسلامی دنیا نے اور بیرونی دنیا نے بھی کھل کر ہماری اخلاقی مدد کی ہے۔ تمام مسلم ممالک کے دین دار عوام ہمارے ساتھ ہیں اس لئے کہ وہ افغانستان میں فساد اور بدامنی کا خاتمہ چاہتے ہیں۔

س: کہا جاتا ہے کہ اسامہ بن لادن آج کل یہاں موجود ہیں؟

ج: ہم نے بھی یہ بات سنی ہے کہ وہ افغانستان میں ہیں لیکن وہ طالبان کے زیر کنٹرول علاقے میں نہیں۔ ممکن ہے کابل میں ہوں۔

س: آپ پاکستان سے یہ درخواست کیوں نہیں کرتے کہ ربانی حکومت سے صلح صفائی کرا دے؟

ج: ہماری کسی سے ذاتی دشمنی نہیں اور نہ شخصی صلح صفائی کی کوئی ضرورت ہے۔ ہم تو ایک بڑے مقصد کے لئے میدان میں نکلے ہیں۔ یہ مقصد جہاد کی روح کے مطابق افغانستان میں اسلامی نظام قائم کرنا ہے۔ ربانی اور ان کے دوست ہمارے مدمقابل کھڑے ہو گئے ہیں۔ جب دو گروہ آمنے سامنے کھڑے ہوں تو صلح صفائی اور مذاکرات کی بات کرنے والا گروہ کمزور تصور کیا جاتا ہے ۔البتہ پاکستان اور دیگر دوستوں کو کسی بھی گروہ کے مطالبے کا انتظار کئے بغیر اپنے طور پر ضرور کوشش کرنی چاہئے۔

س: اگر کوئی ایسی کوشش ہوئی تو آپ مزاحمت نہیں کریں گے؟

ج: ہم ایسی کوشش کا خیر مقدم کریں گے۔

س: آپ نے اب تک دنیا سے اپیل کیوں نہیں کی کہ طالبان کی حکومت کو تسلیم کر لیا جائے؟

ج: کئی ممالک اس کے لئے تیار بیٹھے ہیں لیکن ہم یہ اپیل نہیں کریں گے۔ اس سے افغانستان کی تقسیم کا راستہ ہموار ہو جائے گا اور ہم یہ کبھی نہیں ہونے دیں گے' ہم اقتدار کے بھوکے نہیں ہیں۔

س: اگر کوئی بیرونی قوت کابل پر حملہ کر کے ربانی حکومت کا خاتمہ کرنا چاہے تو کیا آپ ایسی قوت کا ساتھ دیں گے؟

ج: ہرگز نہیں۔ کابل' دوستم' ربانی یا حکمت یار کا نہیں۔ ہم سب کا ہے۔ افغانستان ہم سب کا ہے اگر کسی بیرونی قوت نے کابل پر چڑھائی کی تو ہم ربانی اور حکمت یار کے ساتھ کھڑے ہو کر اس کا مقابلہ کریں گے۔

س: کیا آپ کو کسی بیرونی حملے کا خطرہ ہے؟

ج: ہمیں ایرانی سرحدوں کی طرف سے خطرہ رہتا ہے۔ ایک دو کوششیں بھی ہو چکی ہیں بہرحال ہم پوری طرح مستعد ہیں۔ خود جارحیت نہیں کریں گے لیکن جارحیت کا منہ توڑ جواب دیں گے۔

س: ربانی کے ساتھ کشمکش کے خاتمے کی کوئی صورت؟

ج: صورت تو یہی ہے کہ تمام صوبوں کے نمائندے مل بیٹھ کر فیصلہ کریں۔ طالبان دو تہائی حصے پر قابض ہیں افغان ملت ان کے ساتھ ہے لوگ طالبان سے محبت کرتے ہیں۔ اگر ملت کا فیصلہ

بقیہ ص ۳۸